بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

نجات کا راستہ: احتساب

پروفیسر خورشید احمد

زندہ اور عدل پسند قوموں کی پہچان، روح احتساب اور نظام احتساب ہے۔ حضرت علیؓ کا قول پوری انسانی تاریخ کا خلاصہ ہے کہ "قومیں کفر کے ساتھ تو زندہ رہ سکتی ہیں مگر ظلم کے ساتھ نہیں" (اَلْمُلْکُ یَبْقٰی مَعَ الْکُفْرِ وَلَا یَبْقٰی مَعَ الظُّلْمِ)۔ تزک جہانگیری میں جہانگیر جسے دوست اور دشمن سب عدل کی علامت قرار دیتے ہیں، کہتا ہے کہ "بے انصاف معاشرہ اور حکومت ایک گھن لگی لکڑی کی مانند ہیں جو کسی وقت بھی گر جاتی ہے اور حکمران، رعایا اور سلطنت سب کچھ ختم ہو جاتا ہے"۔

پاکستانی قوم جس اجتماعی عذاب میں مبتلا ہے اور جس کی سزا کم و بیش ہر فرد کو بھگتنا پڑ رہی ہے اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ہم نے اللہ سے کیے ہوئے عہد وفا کی خلاف ورزی کی۔ اس کے نتیجے میں ہم ایک ہمہ گیر نظام ظلم کے شکنجے میں پھنس گئے۔ پھر اس شکنجے کو توڑ کر ظالموں اور خون چوسنے والوں سے نجات حاصل کرنے اور ان کو کیفر کردار تک پہنچانے کی جدوجہد سے بھی گریز کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ظلم سے سمجھوتہ بھی ظلم کرنے سے کچھ کم جرم نہیں۔ ظالم اور فاسق کی تعریف پر عرش الٰہی لرز اٹھتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "ظالم و جابر اقتدار کے مقابلے میں کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے" (اَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ کَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ ۔ مشکوٰۃ)۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔ دریافت کیا گیا: یارسولؐ اللہ! مظلوم ہونے کی حالت میں تو اس کی مدد کر سکتا ہوں، لیکن جب وہ ظالم ہو تب اس کی مدد کیسے کر سکتا ہوں؟ ارشاد فرمایا: تمھارا اس کو ظلم سے روک دینا ہی اس کی مدد ہے (تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ فَذٰلِكَ نَصْرُكَ اِيَّاهُ ۔ مشکوٰۃ)۔ آپؐ نے فرمایا: ظلم سے بچو، اس لیے کہ ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا باعث ہوگا (اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ مشکوٰۃ)۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ: جس نے ظالم کی مدد کی تاکہ اس کے باطل کے ذریعے حق کو مغلوب کر دے تو وہ اللہ کی حفاظت سے

الگ ہو گیا (مَنْ اَعَانَ ظَالِماً بِبَاطِلٍ لِيُدْحِضَ بِبَاطِلِهٖ حَقًّا فَقَدْ بَرِئَ مِنْ ذِمَّةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ - المعجم الصغیر للطبرانی)۔ آپؐ نے فرمایا: جس کسی نے ظالمانہ طور پر بالشت بھر زمین لی' قیامت کے دن اس کے گلے میں سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا (مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّهٗ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ - مشکوٰۃ)۔

حضورؐ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ "دھاگا اور سوئی تک ادا کر دو اور خیانت سے بچو اس لیے کہ یہ خیانت قیامت کے دن عار اور ندامت کا باعث ہو گی"۔ (اَدُّوا الْخِيَاطَ وَالْمِخْيَطَ وَاِيَّاكَ وَالْغُلُوْلَ فَاِنَّهٗ عَارٌ عَلٰى اَهْلِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - مشکوٰۃ)۔ ایک غزوہ میں شریک مجاہد نے صرف ایک جبہ (عبا) کی حد تک خیانت کی تو جہاد جیسی عبادت بھی اس کے کام نہ آئی' اور آپؐ نے فرمایا: وہ مرگیا' وہ آگ میں ہے--- رشوت لینے اور دینے والے دونوں کے لیے جہنم کی وعید ہے۔ (اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ كِلَاهُمَا فِی النَّارِ) آپؐ نے فرمایا: جس قوم میں خیانت کا بازار گرم ہو گا اس قوم میں اللہ تعالیٰ دشمن کا خوف اور دہشت پھیلا دے گا۔ جس معاشرے میں زنا کی وبا عام ہو گی وہ فنا کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ جس سوسائٹی میں ناپ تول میں بددیانتی کا رواج عام ہو گا' وہ رزق کی برکت سے محروم ہو گا اور جہاں ناحق فیصلے ہوں گے' وہاں خون ریزی لازماً ہو کر رہے گی' (مشکوٰۃ)۔

قرآن کا فیصلہ ہے کہ جب ایک معاشرہ' ظلم' فساد' رشوت' بدعہدی اور ناانصافی میں مبتلا ہو جاتا ہے تو پھر معاشرے کے وہ لوگ بھی تباہ ہوتے ہیں جو ان معاصی میں مبتلا نہ ہوں مگر وہ معاشرے کو اس بگاڑ سے روکنے کے لیے جدوجہد نہیں کرتے' ظالم کا ہاتھ نہیں روکتے اور ذمہ داروں کے احتساب سے بے پروائی برتتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب تک آگ ان کو اپنی لپیٹ میں نہیں لے لیتی' وہ محفوظ ہیں' لیکن فی الحقیقت وہ محفوظ نہیں ہیں اور نہیں رہ سکتے جب تک وہ بگاڑ کی قوتوں سے نبرد آزما نہ ہوں اور حق اور انصاف کو غالب کرنے کے لیے سردھڑ کی بازی نہ لگادیں:

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ج وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ٥ (الانفال ۸: ۲۵) اور بچو اس فتنے سے جس کی شامت مخصوص طور پر صرف انھی لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنھوں نے تم میں سے گناہ کیا ہو۔ اور جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلم معاشرے کی صحت و ترقی کا انحصار جس چیز پر ہے وہ قانون کی حکمرانی' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر' انصاف کا قیام خواہ خود اپنے اور اپنے اعزہ و اقربا ہی کا معاملہ کیوں نہ ہو' قانون کے نفاذ میں مکمل مساوات اور برابری اور بڑے اور چھوٹے' اور طاقت ور اور کمزور میں عدم تفریق ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ز وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ط

اِعْدِلُوْا قف هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ز (المائدہ ۵:۸) اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو، یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِكُمْ اَوِالْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ ج اِنْ یَّكُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰی بِهِمَا قف فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓی اَنْ تَعْدِلُوْا ج وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا o (النساء ۴: ۱۳۵) اے لوگو جو ایمان لائے ہو، انصاف کے علم بردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو اگرچہ تمھارے انصاف اور تمھاری گواہی کی زد خود تمھاری اپنی ذات پر یا تمھارے والدین اور رشتے داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریق معاملہ خواہ مال دار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔ لہٰذا اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو۔ اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔

اور پھر اس امت اور اس کے ایک ایک فرد کی یہ ذمہ داری قرار دی کہ وہ معروف اور بھلائی کا حکم دے اور منکر اور برائی سے روکنے کو اپنی زندگی کا مقصد اور شعار بنا لے۔

كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط (اٰل عمرٰن ۳:۱۱۰) اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

ہر مسلمان پر فرداً فرداً، اور مسلم امت اور مسلم معاشرے اور ریاست پر اپنی قدرت اور اختیار کے مطابق، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لازم کیا گیا ہے۔ اسلامی ریاست اور معاشرے میں تمام اختیارات، اقتدار اور قوت کا مقصود یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور قسط و عدل کا قیام ہے۔ امام ابن تیمیہؒ اس کا خلاصہ یوں بیان کرتے ہیں:

اسلامی حکومت میں تمام اختیارات کا مقصود امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے، خواہ یہ اختیار بڑی ولایت الحرب الکبریٰ (محکمہ دفاع) کے پاس ہو، جسے سلطنت کی نیابت حاصل ہو، یا چھوٹی ولایت حرب کے پاس ہو جیسے پولیس اور قضا (عدالت) یا ولایت مال کے پاس ہو جیسے شعبہ مالیات اور ولایت احتساب۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۸، ص ۶۶)

ظلم نام ہے ہر حق تلفی کا، اس کی تعریف ہی یہ کی گئی ہے کہ وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَحَلِّهٖ یعنی جس شے اور امر کو جو کچھ ہونا چاہیے اسے وہاں سے ہٹا دینا ظلم ہے۔ الماوردی نے ظلم کی تعریف یوں کی ہے:

ظلم کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ ناانصافی کے ساتھ حق کو چھوڑ کر باطل کو اختیار کیا جائے اور زیادتی

کرے۔ کسی نے کہا کہ کسی دوسرے کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف اور حد سے تجاوز ظلم ہے (محمد علی تھانوی' اصطلاحات الفنون)۔

یہ تصرف خواہ کسی فرد کی ملک یا حقوق میں ہو' یا بحیثیت مجموعی معاشرہ' ریاست اور دولت عامہ کے معاملات میں۔ مسلم معاشرے کو ظلم اور خیانت سے پاک کرنے کے لیے حسبہ اور دیوان مظالم کے ادارے وجود میں آئے۔ معاشرے کے اجتماعی حقوق و آداب سے لے کر عام انسانوں' اور خصوصیت سے کمزوروں کے حقوق کے تحفظ کو غیر معمولی اہمیت دی گئی۔ ملت کی اجتماعی دولت اور افراد کی ذاتی املاک کو ظالموں' غاصبوں' بدکردار حکمرانوں اور بددیانت عاملوں کی چیرہ دستی سے محفوظ رکھنے اور حقوق و فرائض ادا کرنے کے لیے مسلمانوں نے ایک ایسا موثر نظام قائم کیا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔

خود حضور پاکؐ کا ارشاد ہے کہ "مال دار آدمی کا قرض ادا نہ کرنا اس کی عزت اور سزا کو حلال کر دیتا ہے" (لَیُّ الْوَاجِدِ یَحِلُّ عِرْضَہٗ وَعُقُوْبَتَہٗ۔ سنن ابوداود)۔

موسوعہ فقہ عمرؓ میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ معن بن زائدہ نے بیت المال کی مہر کے نقش پر ایک مہر بنوا لی اور ایک جعلی دستاویز تیار کر کے بیت المال سے کچھ رقم حاصل کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے سو درے مارے اور محبوس کر دیا۔ اس کے بارے میں کسی نے سفارش کی تو آپؓ نے اسے پھر سو کوڑے مارے۔

اس سلسلے میں بڑے اور چھوٹے' امیر اور غریب اور ذی حیثیت اور بے سہارا کے درمیان کوئی فرق نہیں بلکہ جو جتنا بڑا' قوی اور صاحب حیثیت ہے اس پر گرفت اتنی ہی زیادہ سخت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ قریش کو ایک مرتبہ ایک مخزومیہ عورت کے بارے میں جس نے چوری کی تھی' بہت شرمندگی اٹھانا پڑی۔ انھوں نے مشورہ کیا کہ اس کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سفارش کرے۔ کہنے لگے آنحضورؐ کے سامنے جانے کی جرأت سوائے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے اور کون کر سکتا ہے کیونکہ حضرت اسامہؓ آپؐ کو بہت محبوب تھے۔ چنانچہ حضرت اسامہؓ نے آپؐ سے بات کی۔ اس پر رسولؐ اللہ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپؐ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگ اسی لیے تو ہلاک ہوئے کہ ان میں سے اگر بااثر آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے' اور جب کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کر دیتے تھے۔ خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا (مشکوٰۃ)۔

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں پوری بات کو بڑے اختصار اور جامعیت کے ساتھ بیان کر دیا ہے:

امر بالمعروف و نہی عن المنکر ایک ایسا جامع اور ہمہ گیر فریضہ ہے جس پر پورے دین کی اساس قائم ہے۔ اس کام کو نظرانداز کر دینا اور ترک کر دینا نبوت کو معطل کر دینا ہے۔ یہ دین کے نظام کو ضائع

کر دینا اور دیانت کو ختم کر دینا ہے۔ یہ ایسی صورت حال ہے جس میں جہالت و فساد کا پھیل جانا اور انسانی معاشرے کا تباہ ہو جانا یقینی ہے۔

آج ہمارا ملک جس ظلم و تعدی' ناانصافی اور بددیانتی' لوٹ مار اور حقوق کی پامالی کا شکار ہے' اس کے نتیجے میں فساد و انتشار اور بے چینی و اضطراب کا ایک طوفان امڈا چلا آ رہا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے غفلت ہے۔ ساتھ ہی انصاف سے بے پروائی' ظالموں اور غاصبوں کو کھلی چھوٹ' بڑوں اور طاقت وروں کے لیے ہر ظلم و زیادتی' حلال اور جائز اور کمزوروں اور کم حیثیت لوگوں کے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑ لینے کی آزادی ہے۔ اس کا حل ایک اور صرف ایک ہے: حقیقی' موثر اور بے لاگ احتساب!

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

پیپلز پارٹی کی قائد بے نظیر بھٹو اور ان کے شوہر آصف علی زرداری کو عدالت عالیہ کے احتساب بنچ نے رشوت' کمیشن کی وصولی' اختیارات کے غلط استعمال اور ملک سے باہر ناجائز طور پر رقوم وصول کرنے کے الزام میں پانچ سال قید' پانچ سال کے لیے اسمبلی کی رکنیت اور سرکاری عہدے سے نااہلی اور جرمانے کی سزا دی ہے۔ اس پر حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے درمیان لفظی جنگ کا ایک طوفان بپا کیا جا رہا ہے اور بڑی حد تک سیاسی' گروہی اور علاقائی عصبیت کی زبان میں ایک دوسرے پر یلغار کی جا رہی ہے۔ بحث و گفتگو کا یہ انداز اصل جرائم سے کچھ کم مجرمانہ نہیں۔ یہ اللہ کے عذاب کو کھلے بندوں دعوت دینے کی جسارت ہے۔ ایک طرف یک رخے انداز میں' اپنوں کو تحفظ دیتے ہوئے صرف حزب اختلاف سے متعلق عناصر پر گرفت کا راستہ اختیار کیا گیا ہے تو دوسری طرف مقدمے کے حقائق' جرم کی اصلیت اور اس گھناؤنے فعل کی شناعت سے صرف نظر کر کے وفاق اور علاقائی عصبیت کا سہارا لے کر خود عدالت کو موضوع ہدف بنایا جا رہا ہے اور ایک ایسا سماں پیدا کیا جا رہا ہے جسے صرف چوری اور اس پر سینہ زوری ہی کہا جا سکتا ہے۔ حقائق' انصاف اور احتساب مذاق بن کر رہ گئے ہیں بلکہ صاف نظر آ رہا ہے کہ معاشرہ اور اس کے مقتدر عناصر اس حد کو پہنچ گئے ہیں جہاں معلوم ہوتا ہے کہ: ع

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

یہ بگاڑ اور بیماری کی آخری اسٹیج ہے۔ اگر اب بھی خیر کی قوتیں حق اور انصاف کے لیے نہ اٹھ کھڑی ہوں تو ڈر ہے کہ خدا کا عذاب کہیں پورے طور پر ہمیں اپنی گرفت میں نہ لے لے (العیاذ باللہ)۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انصاف کو بے لاگ اور شفاف ہونا چاہیے اور یہ نظر بھی آنا چاہیے کہ انصاف بے لاگ اور شفاف ہو رہا ہے۔ جو نظام اس وقت قائم کیا گیا ہے' وہ ناقص ہے۔ ملک کے سنجیدہ طبقے اور خصوصیت سے اسلامی تحریک نے برملا کہا ہے کہ ایک طرف تو ہر قیادت نے لوٹ کا بازار گرم کیا ہے' دوسری طرف سبھی حکمرانوں نے اپنے اپنے دور میں اور اپنے اپنے انداز میں احتساب کو غیر موثر بنانے کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ۱۹۸۸ سے ۱۹۹۶ تک چار حکومتوں کو برطرف کیا گیا جس میں سے ہر ایک کے بارے میں اور خصوصیت سے ۱۹۹۰ میں پیپلز پارٹی' ۱۹۹۳ میں مسلم لیگ اور پھر ۱۹۹۶ میں پیپلز پارٹی کی حکومتوں کے برطرف کیے جانے میں بدعنوانی' اختیارات کے ناجائز استعمال اور قومی خزانے کو لوٹنے کا الزام سرفہرست تھا۔ کم از کم ۱۹۹۶ کی بے نظیر حکومت کی چارج شیٹ تو اس کے اپنے نامزد کردہ صدر کی طرف سے آئی تھی اور عدالت عظمیٰ نے (جس کا چیف جسٹس بے نظیر صاحبہ کے صوبے سے تھا اور انھی کا مقرر کردہ تھا) بدعنوانی اور کرپشن کے الزامات کی بہ نظر ظاہر (prima facie) توثیق کی تھی۔ اس حکومت کی برطرفی جماعت اسلامی کی ملک گیر تحریک احتساب اور اسلام آباد کے دھرنے (جون ۱۹۹۶) کے بعد واقع ہوئی تھی۔ پوری قوم کا مطالبہ تھا کہ انتخاب سے پہلے احتساب ہو لیکن اسے نظرانداز کیا گیا اور پورے سیاسی عمل کو مزید بگاڑ کی راہ پر دھکیل دیا گیا۔

اس وقت کے صدر مملکت اور ان کی عبوری حکومت نے جو فاش غلطی کی اور ایک تاریخی موقع کو محض سیاسی مصالح اور نام نہاد خطرات کی بنا پر ضائع کر دیا' اس کی تلافی مشکل ہے۔ وہ احتساب کا بہترین وقت تھا اور ایک غیر جانب دار قومی انتظام میں سپریم کورٹ سے رہنمائی لے کر یہ کام موثر انداز میں کیا جا سکتا تھا۔ اس کے بعد ہی انتخابات اور دستور کی دفعہ ۶۲-۶۳ کے مطابق نئی قیادت ابھر سکتی تھی۔ عبوری حکومت نے خود اپنے بنائے ہوئے احتساب آرڈی ننس میں ترمیم کر کے' ملک کا خزانہ لوٹنے والوں کو دوبارہ اسمبلیوں پر براجمان ہونے کا موقع دیا۔ گذشتہ دو اڑھائی سالوں میں یہ بالکل واضح ہو گیا ہے کہ بددیانت قیادت نے حالات کو مزید بگاڑا ہے اور حقیقی احتساب کے بغیر اصلاح کا کوئی امکان نہیں۔

اس میں ذرا برابر شک و شبہ نہیں کہ بے نظیر صاحبہ' ان کی حکومت اور موجودہ حکومت' خصوصیت سے وزیراعظم اور ان کا خاندان کھلی کھلی بدعنوانیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ یہ قوم کے مجرم ہونے کی حیثیت سے قیادت کے ہرگز مستحق نہیں۔ ان میں سے کسی کا دامن پاک نہیں اور ایک دوسرے کو چور کہنے والے سب ہی چوروں کے ٹولے میں شامل ہیں۔ یہ وہ حقیقت ہے جسے نہ پروپیگنڈے کے طوفان سے آنکھوں سے اوجھل کیا جا سکتا ہے اور نہ قانونی اور فنی موشگافیوں سے ان پر پردہ ڈالا جا سکتا ہے۔ ایس جی ایس اور کوٹیکنا (Cotecna) کے جن مقدمات میں سزا ہوئی ہے وہ بارش کا پہلا قطرہ' جرائم کے پہاڑ کا

صرف ایک سرا اور انگریزی محاورے میں tip of the Iceberg ہیں۔ جس شخص نے حالات کا کچھ بھی مطالعہ کیا ہے' وہ اس معاملے میں سابق وزیراعظم اور ان کے شوہر کے کردار سے انکار نہیں کر سکتا۔ عدالت کے فیصلے میں ساری کڑیاں ایک تسلسل کے ساتھ پیش کر دی گئی ہیں۔ خود سینیٹ کی مالی کمیٹی نے' جس کے سربراہ کی حیثیت سے راقم کو مسئلے کا جائزہ لینے کا موقع ملا تھا' صاف محسوس کیا تھا کہ معاملے میں سخت گھپلا ہے۔ واضح رہے کہ سینیٹ کی کمیٹی میں پیپلزپارٹی سمیت ساری سیاسی پارٹیوں کے سینیٹر شامل تھے اور اس نے سینیٹ میں پیش کردہ اپنی ۱۷ مارچ ۱۹۹۷ کی رپورٹ میں مزید تحقیق کا مطالبہ کیا تھا' شدید بے ضابطگیوں کی نشان دہی کی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ جو دستاویزات ہمارے سامنے پیش کی گئی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کمپنیوں کا ایک اہم سیاسی شخصیت سے گہرا تعلق اور ربط تھا۔

افسوس کا مقام ہے کہ ایک ایسے صاف اور واضح معاملے کو بھی قانونی موشگافیوں میں الجھایا جا رہا ہے حالانکہ درست رویہ یہ تھا کہ اپنی غلطی کا اعتراف کیا جاتا جیسا کہ کوریا کے سابق صدر' جاپان کے سابق وزیراعظم' اٹلی کے سابق وزیراعظم اور خود امریکہ کے ایک سابق نائب صدر اگینو نے کیا تھا۔ یہ ہماری سیاسی قیادت' سیاسی جماعتوں اور بحیثیت مجموعی معاشرے کے اخلاقی انحطاط کا ثبوت ہے کہ کھلے کھلے مجرم سینہ زوری کا راستہ اختیار کر رہے ہیں اور قوم ہی نہیں' انصاف کی آنکھوں میں بھی دھول جھونکنے میں اپنی نجات اور راہ فرار دیکھ رہے ہیں۔ ملک کے قانون اور عدالتی نظام کو مجرموں کو سزا دلوانے کے لیے نہیں' تحفظ فراہم کرنے کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جتنا یہ ضروری ہے کہ کوئی بے گناہ سزا نہ پائے' اتنا ہی اہم یہ بھی ہے کہ حقیقی مجرم محض قانونی موشگافیوں اور سیاسی بلیک میلنگ کے سہارے قانون کی گرفت سے نہ بچ نکلیں۔ دونوں صورتوں میں انصاف کا خون ہوتا ہے اور معاشرہ ظالموں اور غاصبوں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ نہیں ہو سکتا۔

اس دلیل میں بھی کوئی وزن نہیں کہ چونکہ دوسرے چور پکڑے نہیں جا رہے ہیں اس لیے جو چور پکڑے گئے ہیں ان کو بھی چھوڑ دیا جائے یا گرفت میں نہ لیا جائے۔ مجرموں کو بچانے کے لیے جس طرح وفاق کی دہائی دی جا رہی ہے اور صوبائی عصبیتوں کو بھڑکایا جا رہا ہے' یہ ملک اور قوم کے ساتھ غداری اور اس کی زخموں پر نمک پاشی کے مترادف ہے۔ جرم جرم ہے خواہ اس کا ارتکاب کرنے والا لاڑکانہ سے ہو یا لاہور اور رائے ونڈ سے۔ پاکستان ایک ملک ہے جس میں مجرم کہیں کا بھی ہو' اسے ہر جگہ قانون کی گرفت میں لیا جا سکتا ہے۔ خود عدالت عالیہ ذوالفقار علی بھٹو کے زمانے میں بزنجو کے مقدمے میں یہ اصول طے کر چکی ہے کہ صوبائی اور علاقائی تقسیم قانون کی گرفت کے لیے رکاوٹ نہیں بن سکتیں لیکن محض اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے آج ان تمام تعصبات کو ہوا دی جا رہی ہے۔ بلاشبہ انصاف ہر ایک کے ساتھ ہونا

چاہیے لیکن ان بودے سہاروں سے مجرموں کو قانونی گرفت سے نکلنے کا موقع دینا ایک ایسا جرم ہو گا جو پورے ملک کے نظام اور اس کی وحدت و سالمیت کو پارہ پارہ کر سکتا ہے۔ اصل مسئلہ ایک اور صرف ایک ہے---- قوم کی دولت کو لوٹا گیا ہے یا نہیں؟ اختیارات کا غلط استعمال کیا گیا ہے یا نہیں؟ اور اگر ہوا ہے---- اور لازماً ہوا ہے---- تو پھر کسی کو بھی قانون کی گرفت اور احتساب کی پکڑ سے فرار کا موقع نہیں ملنا چاہیے اور قوم کو یک آواز ہو کر تمام مجرموں اور لوٹنے والوں کے احتساب کا مطالبہ کرنا چاہیے۔

ہمارا موجودہ عدالتی نظام نہایت ناقص ہے۔ اس میں انصاف کے قیام میں غیر معمولی تاخیر ہو جاتی ہے اور مقدموں کو لٹکانے اور طول دینے کے ایسے ایسے حربے استعمال کیے جاتے ہیں کہ انصاف شرمسار ہو کر رہ جاتا ہے۔ احتساب بنچ میں ایک مقدمے کے فیصلے کے لیے ۶۰ دن کی مہلت مقرر ہے۔ بے نظیر صاحبہ کا صرف یہ ایک ریفرنس ایک سال ڈیڑھ مہینے تک چلا ہے۔ اس کے باوجود ان کے وکیل کا اصرار ہے کہ اسے دفاع کا موقع نہیں ملا۔ ججوں کے رشتے داروں کا کچا چٹھا پیش کیا جا رہا ہے اور وہ بھی مقدمے کے بالکل آخری مرحلے پر---- ہم انفرادی معاملات پر بات نہیں کرنا چاہتے۔ اخبارات میں یہ بھی شائع ہوا ہے کہ اگر ایک جج صاحب کا بھائی مسلم لیگ کا عہدے دار ہے تو اسی جج کا ایک بہنوئی پی پی پی کا عہدے دار ہے اور دوسرا اس کی حلیف مسلم لیگ کے سابق وزیر خارجہ کا۔ نیز اس بنچ کا دوسرا جج مسند عدالت پر سرفراز ہونے سے پہلے پی پی پی کا سرگرم رکن تھا، لیکن ہم اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے، صرف یہ چاہتے ہیں کہ عدالت فی الحقیقت غیر جانب دار ہو، انصاف کرے اور انصاف ہوتا نظر آئے۔ نہ وقت ضائع کرنے کا موقع دیا جائے اور نہ مجرموں کو محض قانونی حیلوں اور کھیل کرتب کے بل بوتے پر فرار کی کوئی راہ ملے۔

احتساب کا موجودہ نظام بھی ناقص ہے۔ خصوصیت سے جن ترامیم کے ذریعے ۱۹۹۰ سے پہلے کی تمام بداعمالیوں کو تحفظ دیا گیا ہے اور جس طرح احتساب کمیشن کو وزیراعظم کے دفتر میں قائم احتساب بیورو کی گرفت میں دے دیا گیا ہے، یہ حق و انصاف کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ احتساب یک طرفہ ہوتا معلوم ہوتا ہے۔ موجودہ حکومت اور اس کے اکابر کو جس طرح کا تحفظ دیا جا رہا ہے، وہ ایک ظالمانہ اقدام ہے۔ شریف فیملی نے جس طرح صنعتی ایمپائر بنائی ہے، دس ارب روپے کے بنک کے نادہندہ ہیں، اس پر پردہ ڈالنے کے لیے چند بیمار صنعتوں کو بنکوں کو دینے کا اعلان کھلم کھلا دھوکا ہے۔ رائے ونڈ کے محلات، لندن کی عدالت سے ۳۲ ملین ڈالر کی ڈگری، چینی کی برآمد پر ناجائز کمائی، پنجاب کی وزارت اعلیٰ کے زمانے کی بدعنوانیاں اور خصوصیت سے پلاٹوں کی رشوت---- یہ سب اسی طرح قابل مواخذہ ہیں جس طرح بے نظیر اور زرداری کی رشوت ستانیاں اور بدعنوانیاں۔

صاف ظاہر ہے کہ یہ کام نہ موجودہ احتساب بیورو کر سکتا ہے اور نہ احتساب کمیشن ہی خود کو اس پوزیشن میں پاتا ہے کہ حقیقی احتساب کر سکے۔ کمیشن کے پاس ۳۵۰۰ شکایات موصول ہوئی ہیں جن میں سے ۱۴۰۰ مرکزی وزرا اور حکام اور ۶۵۰ صوبائی حکمرانوں کے خلاف ہیں۔ کمیشن صرف ۳۴۰ معاملات کا جائزہ لے سکا ہے اور ان میں سے ۲۴۵ احتساب بیورو کو تفتیش کے لیے بھیج دیے گئے ہیں --- اللہ اللہ خیر صلا!

اس رنگ ڈھنگ سے حقیقی احتساب کیسے ممکن ہے! یہی وجہ ہے کہ لوگ یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ "چور بنے ہیں چوکیدار!"

حقیقی احتساب کے لیے مناسب ترین صورت تو یہی ہے کہ ایک ایسی قومی عبوری حکومت وجود میں آئے جس کا کام ایک متعین مدت میں فوری اور بے لاگ احتساب ہو۔ تیرھویں دستوری ترمیم کے بعد عبوری قومی حکومت کے قیام میں جو مشکلات ہیں ان کا حل سپریم کورٹ کو ریفرنس کے ذریعے تلاش کیا جا سکتا ہے۔

دونوں بڑی پارٹیوں کا دامن سیاہ ہے اور ان کے ہاتھوں انصاف ممکن نہیں۔ اس لیے اصلاح کا موثر راستہ یہی ہو سکتا ہے کہ ایک عبوری نظام بنایا جائے اور اس میں سپریم کورٹ کے موجودہ یا سابق ججوں پر مشتمل احتساب کورٹ بنائی جائے جو ایک مقررہ وقت میں بڑے بڑے معاملات کا فیصلہ کر دے۔ اس کے لیے انصاف کے تمام ضروری تقاضوں کو پورا کرنے والا ایک ایسا نظام بنایا جا سکتا ہے جو آسان ہو، جس میں ہر فریق کو اپنے دفاع کا مناسب موقع بھی مل جائے لیکن وقت گزاری اور قانونی فرار کی ہر راہ کو بند کر دیا جائے۔ نیز اس میں سزائیں بھی ایسی ہوں جو عبرتناک ہوں اور ان میں لوٹی ہوئی دولت کی واپسی کو یقینی بنایا جائے۔ تفتیش کا نظام غیر جانب دار احتساب کا حصہ ہو۔ اس سلسلے میں ایک نسبتاً آسان راستہ یہ اختیار کیا جا سکتا ہے کہ:

۱۔ ۱۹۸۵ سے اب تک جتنے افراد بھی قومی یا صوبائی اسمبلیوں اور سینیٹ کے ممبر رہے ہیں ان سب کو ایک مقررہ مدت کے اندر اپنے اور اپنے خاندان کے ملک اور بیرون ملک تمام اثاثے، پوری تفصیل کے ساتھ فراہم کرنے کا حکم دیا جائے۔ یہی مطالبہ تمام بڑے سرکاری افسروں اور پبلک سیکٹر کے اداروں کے ذمہ داروں سے بھی کیا جائے۔

۲۔ ان معلومات کو شائع کیا جائے اور پبلک کو دعوت دی جائے کہ اگر ان کے علم میں کسی کے پوشیدہ اثاثے ہوں تو ان کی نشان دہی کریں۔

۳۔ اگر کسی نے اپنے اثاثوں کو چھپایا ہے اور تفتیش پر مزید اثاثے معلوم ہو جائیں تو ایسے تمام

اثاثوں کو ضبط کیا جائے اور متعلقہ افراد کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

۴۔ جن اثاثوں کا اعلان ہو' کمیشن ان کا جائزہ لے اور جہاں اثاثے معلوم وسائل آمدنی کے مطابق نہ ہوں' وہاں متعلقہ افراد کو اپنی دولت کا جواز پیش کرنے کا موقع دیا جائے۔ بجائے اس کے کہ خیانت ثابت کرنے کے چکر میں پڑا جائے' صاحب دولت و ثروت کو اپنی دولت اور اثاثہ جات کے برحق ہونے کا ثبوت فراہم کرنے کے لیے کہا جائے۔ یہ اسلام کے اس اصول کے مطابق ہو گا کہ حضرت عمرؓ سے ان کے لباس کے بارے میں سوال ہوا تھا کہ وہ جواز پیش کریں کہ یہ کیسے ان کے پاس آیا؟ اسی اصول پر اسلامی تاریخ میں خصوصیت سے خلفاے راشدین کے زمانے میں عمال کا احتساب ہوتا تھا۔ آج بھی یہی راستہ اختیار کیا جائے مگر کھلے احتساب کے ذریعے تاکہ ایک طرف لوگ اپنے اثاثوں کو پوشیدہ نہ رکھ سکیں اور دوسری طرف انھیں خود اپنی دولت و ثروت کا جواز پیش کرنا پڑے۔

۵۔ ہر فرد کو یہ موقع دیا جائے کہ اگر حکمرانوں کے بارے میں اس کے پاس کسی بڑی بدعنوانی کا ثبوت اور معلومات ہوں تو کمیشن کو فراہم کرے۔ کمیشن اپنے آزاد ذرائع سے ان کی تحقیق و تفتیش کرائے۔ یہ سلسلہ وقتی ضرورت کو پورا کرنے کے بعد ایک مستقل احتساب کا نظام بن جائے جو حکومت کی مشینری سے مکمل طور پر آزاد ہو کر خود اپنے انتظامی اور تفتیشی مشینری سے کام لے اور مالی طور پر مکمل طور پر آزاد ہو۔ اس کمیشن کے ارکان کے لیے بھی ایک مدت مقرر ہو اور ریٹائرمنٹ کے بعد کسی منفعت بخش منصب کو ان کے لیے ممنوع قرار دیا جائے۔

ایسا ایک نظام ہی وقتی اور بالآخر مستقل احتساب کی ذمہ داریوں کو کماحقہ ادا کر سکے گا اور اس طرح ملک کی اجتماعی زندگی اس گندگی اور فساد سے پاک ہو سکے گی جو ہمیں گھن کی طرح کھا رہا ہے اور جس سے نجات حاصل کیے بغیر صحت مند زندگی اور ترقی کی کوئی راہ نظر نہیں آ رہی۔